اس کے اصل الاصول کی من کل الوجوہ کی تردید کی جائے اور اس کے سارے سودی بزنس کو نہ تو زبان سے حق مانا جائے نہ عملاً اس سے کوئی رابطہ اور کوئی تعاون رکھا جائے! یہ بات ایسی ہی ہے جیسے یہ بات کہ حکومت باطل کا دشمن وہ نہیں ہے جو اصل الاصول کو مان کر اس کا پرزہ بنتا ہے اور بزعم خویش یہ سمجھتا ہے کہ وہ ایک چلتے نظام کے اندر گھس کر اسے نقصان پہنچائے گا۔ بلکہ اس کا اصل دشمن وہ ہے جو نہ نظری طور پر اس کے اصول کو برحق مانتا ہے، نہ عملاً اس کے نظام میں کوئی حصہ لیتا ہے اور نہ اس کی طاقت میں کمی لانے کے زعم میں اس کی کرم فرمائیوں سے استفادہ کرتا ہے!

اسلام اور تلوار

سوال:- ترمذی کی روایت ہے کہ اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰی یَشْهَدُوْا اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہ۔ (یعنی مجھے لوگوں سے جنگ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ یہاں تک کہ وہ شہادت دیں کہ اللہ کے سوا اور کوئی الٰہ نہیں)۔

یہ حدیث آیات قرآنی مثلاً "لَاۤ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ" اور "مَاۤ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ" اور "وَمَاۤ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ" سے متعارض معلوم ہوتی ہے۔ اس تعارض کو دور فرما دیجیے۔

جواب: انبیاء علیہم السلام جب قوم کی طرف بھیجے جاتے ہیں ان پر وہ پہلے پوری طرح اتمام حجت اور تبلیغ کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ اس دنیا میں رہتے ہوئے ہدایت و رہنمائی کے لیے جو کچھ کیا جا سکتا ہے وہ سب کچھ یہ پورا کر دیتے ہیں۔ اس میں کوئی کسر باقی نہیں چھوڑتے۔ اس کے بعد اگر کوئی چیز باقی رہ جاتی ہے تو وہ صرف یہ ہے کہ غیب کے پردے اٹھا دیے جائیں اور تمام حقائق کا برای العین مشاہدہ کرا دیا جائے لیکن اس طرح کا کشف حجاب اللہ تعالیٰ کی اس سنت کے خلاف ہے جو اس دنیا میں جاری ہے۔ اس دنیا میں اللہ تعالیٰ نے انسان کی عقل اور ارادہ کا امتحان کیا ہے اس وجہ سے اس کا مطالبہ یہ ہے کہ لوگ عقل سے سمجھ کر ایمان لائیں نہ کہ آنکھوں سے دیکھ کر۔ اس مقصد کے لیے انبیاء کے ذریعہ سے اس بات کا پورا پورا اہتمام کیا جاتا ہے کہ عقل کو جس قدر مدد پہنچانی ضروری ہے وہ پہنچا دی جائے۔ چنانچہ جو شخص کسی قوم میں نبی بنا کر بھیجا جاتا ہے،

اپنی سیرت کے لحاظ سے ان کے اندر کا بہترین آدمی ہوتا ہے تاکہ لوگ اس کے اوپر اعتماد کر سکیں۔ وہ ان کی زبان میں ان کو حق کی تبلیغ کرتا ہے تاکہ ہر شخص بے تکلف اس کی بات کو سمجھ سکے۔ وہ جو کچھ کہتا ہے خود بھی اس پر عمل کر کے دکھاتا ہے تاکہ لوگوں پر حقیقت واضح ہو جائے کہ اس حق پر عمل کرنا ممکن ہے نیز یہ کہ جو شخص دعوت دے رہا ہے کوئی مکر و فریب نہیں کر رہا ہے بلکہ وہ جس بات کا داعی ہے اسی پر خود بھی عامل ہے۔ قوم کے اندر سے بہتوں کی اصلاح کر کے، اور ان کو راہِ حق پر چلا کر نیکی اور راستبازی کی زندگی کا وہ عملی مظاہرہ بھی کر دیتے ہیں تاکہ ہر شخص دعوتِ حق کی حقیقت کو آنکھوں سے بھی دیکھ لے۔ اس کے علاوہ لوگوں کی طلب پر انبیائے کرام معجزے بھی دکھاتے ہیں تاکہ اتمامِ حجت کی کوئی شکل باقی نہ رہ جائے۔ جس قوم کے اندر حضرات انبیائے کرام یہ سب کچھ کر چکتے ہیں اور اس کے باوجود لوگ اپنی ضد پر اڑے رہتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان سے دو طرح کا معاملہ کیا جاتا ہے۔ اگر اکثریت کفر پر اڑی رہ جاتی ہے اور صرف گنتی کے چند نفوس ایمان لاتے ہیں تو ایسی صورت میں خدا کی طرف سے کوئی عذاب آتا ہے جو اہل ایمان کو چھوڑ کر بقیہ پوری قوم کو تباہ کر دیتا ہے اور اگر ایمان لانے والوں کی تعداد کفر کرنے والوں کی تعداد کی طرح معتدبہ ہوتی ہے تو ایسی صورت میں اہل ایمان کو حکم دیا جاتا ہے کہ وہ اہل کفر کے مقابل میں تلوار اٹھائیں اور طاقت کے زور سے ان کو حق کی اطاعت پر مجبور کریں۔

تلوار اٹھانے کا یہ کام اس وقت ہوتا ہے جب تبلیغ اور اتمامِ حجت کا فرض جس حد تک ادا ہو سکتا ہے ادا ہو چکتا ہے۔ اس فرض کے ادا ہو جانے کے بعد اسلام تلوار اٹھانے کو بالکل جائز قرار دیتا ہے اس کو جبر نہیں تسلیم کرتا۔ اور غور کیجیے تو اس میں جبر کا کوئی پہلو نہیں ہے۔ جس شخص پر حق کو پوری طرح واضح نہیں کیا گیا ہے بلاشبہ اس شخص کے سامنے اگر تلوار اور اسلام رکھ دیے جائیں اور اس سے مطالبہ کیا جائے کہ اسلام لاؤ ورنہ تیرے لیے یہ تلوار ہے تو یہ اس پر جبر ہوگا لیکن جس شخص کے سامنے نبی نے اگر حق کو واضح کیا ہے اور اس کے باوجود بھی وہ ایمان نہیں لایا تو اب توضیح حق کی وہ کونسی صورت باقی رہ گئی ہے جو اس کے لیے اختیار کی جا سکتی ہے؟ اس وجہ سے خدا کا قانون ایسے لوگوں کو اتمامِ حجت کے بعد کوئی مہلت نہیں دیتا۔

لیکن یہ اچھی طرح یاد رکھنا چاہیے کہ یہ معاملہ صرف ان لوگوں کے ساتھ کیا جاتا ہے جن کی طرف نبی کی

بعثت براہ راست ہوتی ہے۔ وہ لوگ اس قاعدہ سے مستثنیٰ ہیں جن کی طرف نبی کی بعثت بالواسطہ ہوتی ہے۔

ترمذی کی جس حدیث کا آپ نے حوالہ دیا ہے، اس کا تعلق خاص کر بنی اسمٰعیل سے ہے اور حدیث میں الناس کا لفظ انہی لوگوں کے لیے ہے جو کہ عام لوگوں کے لیے۔ بنی اسمٰعیل کے لئے بے شک یہی بات تھی کہ تبلیغ اور اتمام حجت کے بعد ان سے عام اعلان برأت ہوگیا اور ان کے لیے دو شکلیں باقی رہ گئیں یا تو اسلام قبول کریں، یا تلوار۔ ان کے سوا بقیہ قومیں مثلاً یہود، نصاریٰ، مجوس یا دوسری اقوام (جو آنحضرت کے زمانہ میں تھیں یا اب ہونگی) ان کی طرف آنحضرت صلعم کی بعثت آپ کی امت کے واسطہ سے تھی اور ہے۔ اس وجہ سے ان لوگوں کے لیے اسلام اور تلوار کے سوا ایک شکل جزیہ کی بھی تھی (اور وہ اب بھی باقی ہے) یعنی اسلامی حکومت کے اندر بحیثیت رعایا کے ان کو رہنے کی اجازت دی گئی۔ یہی طریقہ مسلمانوں نے ان اقوام کے بارہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی اختیار کیا اور یہی طریقہ اب قیامت تک غیر مسلم قوموں کے ساتھ اسلامی حکومت اختیار کرے گی یعنی یا تو ان کو اہل کتاب قرار دے کر ان کے ساتھ اہل کتاب کا سا معاملہ کرے گی یا شبہ اہل کتاب قرار دے کر ان کے ساتھ شبہ اہل کتاب کا معاملہ کرے گی۔ اس کو یہ حق نہیں حاصل ہوگا کہ وہ کسی قوم کے سامنے تلوار اور اسلام رکھ دے اور ان سے ان میں سے کسی ایک کو اختیار کرنے کا مطالبہ کرے۔ یہ چیز صرف منکرین بنی اسمٰعیل کے لیے تھی اور ان کا معاملہ ختم ہوگیا۔

ترمذی کی اس حدیث کی توضیح تھی جس کا جز آپ نے حوالہ دیا ہے (امرت ان اقاتل الناس حتی یشھدوا ان لا الٰہ الا ... الحدیث) باقی رہیں وہ آیات جن کا آپ نے ذکر فرمایا ہے تو ان میں سے لَا اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ کا مطلب تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا طریقہ یہ نہیں ہے کہ وہ لوگوں کے دلوں میں اپنی مشیت اور قدرت کے زور سے دین کو ٹھونس دے بلکہ اس کا طریقہ یہ ہے کہ وہ اپنے نبیوں کے ذریعہ سے لوگوں کے سامنے حق کو پیش کرتا ہے اور ان کو اختیار دے رکھا ہے کہ وہ چاہے اپنی پسند سے کفر کو اختیار کریں یا ایمان کو اختیار کریں۔ انسان اپنی فطرت کے لحاظ سے ان دونوں چیزوں میں سے کسی چیز پر مجبور نہیں کیا گیا ہے۔

آیات وَمَا اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ الآیۃ کا مطلب یہ ہے کہ نبی پر صرف تبلیغ اور دعوت کی ذمہ داری ہے۔ لوگوں کو مومن بنا دینے کی ذمہ داری اس پر نہیں ڈالی گئی ہے اور قیامت کے دن منکروں کے